فقہ اور اُصولِ فقہ کی تدریس!

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
اُستاذ و نگران شعبہ تخصص فقہِ اسلامی جامعہ

مسالکِ اربعہ میں ائمہ کے اختلاف کے بنیادی اجتہادی اُصول

(پہلی قسط)

موضوع کا تعارف

فقہ اور اس فقہ کی تدریس اور ائمہ اربعہ کے بنیادی اجتہادی اُصول کی مطلوبہ تفصیل کی طرف آنے سے قبل خود فقہ، اُصولِ فقہ اور اجتہادی اُصول کا تعارف بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، اختصار کے ساتھ تعارف پیش کریں گے۔

فقہ

فقہ: فہم کا ہم معنی لفظ ہے، جس کی تعبیر یہ ہوسکتی ہے کہ موجود، محفوظ اور ملفوظ سے کسی دوسرے امر کی طرف ذہن کا منتقل ہو جانا، جیسے: ''أَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ'' سے نماز کا حکم سمجھنا، پھر اس کی ادائیگی کا طریقہ کار ڈھونڈنا اور پھر اس کے مطابق نماز کے حکم کو پورا کرنے کے لیے عملی کوشش کرنا، ''أَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ'' کے لفظ میں یہ سارے مطالب پنہاں تھے۔ یہ مطالب اور ان کی بجا آوری ''أَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ'' کا مقصد و مطلوب ہیں۔ اسی طرح جب نصوص سے مقاصدِ شریعت کو سمجھا جائے، مقاصد کو بیان کیا جائے اور عملی زندگی میں اس کی تطبیقی شکل متعارف کروائی جائے تو اسی عمل کا نام ''فقہ'' ہے۔

اب نصوصِ شرعیہ سے استفادۂ احکام کا طریقہ کیا ہے؟ ایک مختصر سے طبقہ کا خیال یہ ہے کہ نصوص کے ظاہری الفاظ پر اکتفاء کیا جائے، جو کچھ، جتنا کچھ ظاہری الفاظ کا متبادر مدلول بنتا ہو، اسی کو مقصدِ شریعت قرار دیا جائے۔ جہاں الفاظ کی فہرست ختم، وہاں شریعت کا دائرہ بھی ختم۔ اس کے بعد مکلّف انسان کسی قسم کی پابندی کے زیرِ اثر نہیں رہے گا، بلکہ بالکلیہ آزاد ہو جائے گا۔

جب کہ یہ تصور اسلام کی عالمگیریت، ہمہ جہتی اور تا قیامت دستورِ حیات کے دعویٰ کے منافی ہے۔ اسی لیے علمائے شریعت کا ایک دوسرا عظیم طائفہ ہے جو نصوص کے الفاظ سے زیادہ مقاصد اور مبانی

سے زیادہ معانی سے استفادی تعلق پر یقین رکھتا ہے۔ یہ طبقہ محدود نصوص سے لامحدود مسائل کی دریافت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس طبقے کو اُمت کے اعلیٰ ترین دماغوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس طبقے کی فہم وفراست نے اُمت مسلمہ کے اکثریتی طبقے کو تکوینی طور پر اپنا پیروکار بنا رکھا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کا اس طبقے کے فہم پر اجماعیت کے ساتھ اعتماد کرنا اُمت کے اس طبقے کی حقانیت کی دلیل بھی ہے۔

اس طبقے نے نصوص کے متبادر مفاہیم سے لے کر متوقع اور فرضی مسائل کی تقدیر، تخریج وتفصیل تک محنت کی، جس کی بدولت نصوص کے مفاہیم کا ایک وسیع ذخیرہ یکجا ہوتا چلا گیا اور اس میدان میں سب سے بڑی فہم وفقہ کا ذخیرہ ''فقہ حنفی'' کہلاتا ہے۔ دوسرے نمبر پر فقہ شافعی ہے، پھر فقہ مالکی اور پھر اس کے بعد فقہ حنبلی ہے۔ اس وقت اُمتِ مسلمہ کا ایک معتد بہ طبقہ انہی چار مفاہیم کے واسطے سے نصوصِ شریعت پر عمل پیرا ہے۔

فقہی اختلاف کی بنیاد اور اُس کی حکمت

ان چار شناختوں میں اُمت کی تقسیم کی بنیادی وجہ فہم نصوص میں اختلاف ہے، مثلاً ارشادِ ربانی ہے:

''وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ'' باب وضو میں ''سر'' کا وظیفہ مسح ہے، مگر مسح پورے سر کا ہے یا بعض سر کا ہے؟ یہاں چونکہ ''رُءُوْس'' کو باءِ حرف جر کے ساتھ ذکر کیا ہے، جس سے تبعیض اور استیعاب دونوں کے معانی لیے جاسکتے ہیں۔ پھر تبعیض کی تفصیل میں مختلف نصوص کا اطلاق واجمال یا تقیید وتحدید کارفرما ہے۔

اسی طرح ''يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ'' میں ''قَرْءٌ'' کا معنی طہر ہے یا حیض؟ دونوں کی گنجائش ہے۔ اس لیے اس اختلاف کی نہ صرف گنجائش ہے، بلکہ دونوں معانی کے محتمل لفظ کا خاموشی کے ساتھ ذکر ہونا یہ اختلاف کی خاموش اجازت کے مترادف بھی ہے۔

اسی طرح کی چند اور بنیادیں ہیں جن کی وجہ سے مفاہیمِ نصوص کی تعبیرات مختلف ہوتی رہیں، اور اُنہیں اختلاف سے یاد کیا جانے لگا، جبکہ اسے اختلاف کی بجائے اقوال اور تعبیرات کا تنوع کہنا چاہیے تھا، کیونکہ فقہاء فہماء کی کوئی بھی بات نطاقِ نصوص سے باہر کی نہیں ہوسکتی۔ اختلاف اور اقوال پر چند باتیں اُصول کے اختلاف کے ضمن میں آئیں گی، ان شاء اللہ! جب کہ اسبابِ اختلاف کی جامع بحث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے ''الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف'' میں مطالعہ کی جاسکتی ہے۔

بہرکیف! نصوص سے استنباط، استخراج اور استفادے کے لیے ائمہ مجتہدین نے کچھ اُصول ایسے اپنائے تھے جو خود نصوص ہی سے ماخوذ تھے، یا نصوص ہی کا مقتضا تھے۔ ان اُصولوں کی بنیاد پر نصوص

اور اخبار کے قبول اور ترک کے معیارات میں ظاہری فرق اور اختلاف ضرور محسوس ہوتا ہے، جسے ائمہ کا اُصولی اختلاف بھی کہا جاتا ہے، مگر یہ اختلاف بھی درحقیقت فہمِ نصوص والے فطری اختلاف ہی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے، کیونکہ فقہاء کے اُصول بھی زیادہ تر نصوص ہی سے مستفاد و متعلق ہیں۔ یہ بھی ایک گونہ قابلِ فہم اُمور میں فہم ہی کا اختلاف ہے، جسے ''اجتہادی اُصول'' کا اختلاف بھی کہا جاتا ہے۔

بایں معنی ائمہ مجتہدین کے اجتہادی اصول سے مراد وہ بنیادیں ہیں جن پر ائمہ مجتہدین نے اپنے فرعی (فقہی) مسائل کی بنیاد رکھی تھی۔ اصول کے اختلاف پر فروع کا اختلاف متفرع ہوا، اور مختلف فقہی شناختیں قائم ہوگئیں، جو زیادہ تر نصوص کے مختلف رُخ ہی ہیں۔ انہیں مذہب بھی کہا جاتا ہے، یعنی فقہی مذاہب، منزلِ محمدی تک پہنچنے کے راستے ہیں۔

تدریسِ فقہ

تدریسِ فقہ سے متعلق گفتگو تین جہات پر یا تین مراحل پر اور تین پہلوؤں پر مشتمل ہوگی:

۱:- مبادیات/تمہید ۲:- محتویات/توضیح ۳:- مہمات/تعمیم وتذییل

۱:- فقہ کی مبادیات/تمہید

فقہ کی تعریف اور قیود کی توضیح

''فقہ مکلّف مسلمان کے اُن فرعی اعمال واقوال کے احکام کا نام ہے جو ادلۂ شرعیہ سے مستفاد، مستخرج اور مستنبط ہوئے ہوں۔'' یہ فقہ کی عمومی تعریف ہے۔ خصوصی اصطلاحی تعریف جو امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے، وہ یہ ہے کہ: ''انسان کے حق میں مفید اور مضر کی معرفت اور پہچان کا نام فقہ ہے''..... ''**معرفة النفس مالها وما عليها**۔'' (کشاف اصطلاحات الفنون، ج:۱،ص:۳۰، ط: سہیل اکیڈمی، لاہور)

ان دونوں تعریفوں سے مشترکہ طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہ کی تدریس کے دوران درج ذیل اُمور کی طرف دھیان رہنا ضروری ہے:

۱:...... مکلّف انسان کے اعمال فرعی واصلی یا عملی ونظری میں تقسیم ہیں، فقہ چونکہ فرعی احکام کا نام ہے، نظری وکلامی مسائل سے بحث نہیں کرتا، مگر عمل وفرع سے بحث کرتے ہوئے کسی حد تک نفسِ فقہ سے متعلق نظری واصلی پہلو کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے، بالخصوص نفسِ فقہ کے اعتبار و عدم اعتبار، حجیت و عدمِ حجیت، احتیاج اور عدمِ احتیاج، ابداع یا استخراج سے متعلق جو نظریات پائے جاتے ہیں ان پر توجہ رہنی چاہیے، مثلاً اس وقت فقہ اسلامی سے متعلق دو انتہاء پسندانہ نظریات عام ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ فقہ

اسلامی درحقیقت رومن لاء سے ماخوذ ہے، یہ رومن لاء کی اسلام کاری یا عربی تعبیر ہے۔ یہ نظریہ سراسر باطل ہے، اس لیے کہ فقہ اسلامی اور رومن لاء کے درمیان زبردست تفاوت بلکہ بڑے بڑے تضادات کا تعلق ہے، جن کی طرف ڈاکٹر محمود غازی مرحوم نے اپنے محاضرات میں اشارہ فرمایا ہے۔ (محاضراتِ فقہ، فقہ اسلامی اور قانون روماء کے درمیان فرق، ص:۲۲)

دوسری انتہاء پسندی فقہ کے حوالہ سے یہ ہے کہ فقہ اسلامی خدانخواستہ قرآن وسنت کے مقابلے کی کوشش ہے، بلکہ قرآن وسنت کے متوازی شریعت سازی کا نام فقہ ہے۔ یہ نظریہ بھی باطل ہے. کیونکہ فقہ کہتے ہی اس کو ہیں جو ادلۂ شرعیہ سے مستفاد و مستخرج ہو، جو فرعی احکام استنباط واستخراج کے واسطے سے قرآن وسنت سے تعلق نہ رکھتے ہوں انہیں کوئی مسلمان فقہ نہیں کہتا اور جو استنباط واستخراج کے واسطے سے قرآن وسنت سے تعلق رکھتے ہوں انہیں کوئی بھی مسلمان قرآن وسنت سے خارج نہیں کہہ سکتا، اس لیے تدریسِ فقہ سے قبل ایسے نظریات سے آگاہی فقہی مدرس کے لیے ازبس ضروری ہے۔ اس بات کو عام فہم انداز میں سمجھنے کے لیے مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تجلیاتِ صفدر کا مطالعہ انتہائی مفید ہے، جب کہ باذوق اہلِ علم علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کے مقالے ''الرأي والاجتهاد'' سے استفادہ فرما سکتے ہیں، جو ''نصب الراية'' کے مقدمہ کے طور پر شامل ہے۔

۲:...... فقہ چونکہ فرعی اعمال کے احکام کے بیان کا نام ہے، اس لیے مدرسِ فقہ کو ''حکم'' کے متعلقات کے بارے میں آگاہی رہنی چاہیے:

الف:- حکم کے متعلق سب سے پہلے حاکم، نفسِ حکم، حکم کا درجہ اور حکم کا دائرۂ اثر بطور خاص پیش نظر رہنا چاہیے۔ بیانِ احکام میں سب سے پہلے ''حاکم'' سے متعلق یہ نظریہ وعقیدہ واضح ہونا چاہیے کہ حاکمیت کا درجہ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، کائنات کا خالق بھی وہی ہے اور مالک بھی وہی ہے۔ یہ نظریہ دساتیرِ عالم کے مقابلے میں فقہِ اسلامی کی فوقیت، برتری اور عالی نسبت ہونے کا عقیدہ ٹھہرتا ہے۔ فقہِ اسلامی کا مدرس دورانِ درس اس نظریہ کی اہمیت اور برتری کا تقابل بھی پیش کرنے کی کوشش کرے۔ اس تقابل کی لازمی ضرورت یہ ٹھہرتی ہے کہ فقہی مدرس دساتیرِ عالم پر بھی نظر رکھے اور دورانِ درس موقع بموقع تقابلی انداز میں فقہِ اسلامی کا تفوق بتاتا رہے، اس طرح دنیائے انسانیت پر دینِ اسلام کی برتری اور حاکمیت کا نظریہ ثابت کیا جاسکے گا۔

ب:- ''حکم'' کے متعلقات میں دوسرا امر ''نفسِ حکم'' ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ مخاطب سے کسی فعل کی بجاآوری یا ترک کا مطالبہ کرنا، یہ مطالبہ کبھی فرض کے درجہ میں، کبھی واجب، کبھی سنت، کبھی استحباب وندب اور کبھی مباح کے درجہ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح ترکِ فعل کے مطالبہ میں کبھی احتراز بطور

حرام کے مطلوب ہوتا ہے، کبھی مکروہِ تحریمی اور کبھی مکروہِ تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کے طور پر ہوتا ہے۔ فقہی درس کے دوران حکم کی ان مختلف حیثیات کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ احکام بیان کرنے کے لیے حکم کی مختلف حیثیات اور درجہ بندی کے تعین سے پہلے خود ان اصطلاحات کے بارے میں بھی آگاہی ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ ہر باب کی اہم اہم اصطلاحات خود مدرس کو بھی یاد ہوں اور طالب علم کو بھی یاد کرائے۔

ج:- نیز احکام کا تعلق جن افراد کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی اہلیت اور محلیت کا سوال بھی پیش نظر رہے۔ مکلّف انسان کون ہوتا ہے؟ امرِ تکلیفی اس کی طرف کب متوجہ ہوتا ہے؟ مکلّف انسان کے اعذار اور عوارض کیا کیا ہیں؟ ان کی رعایت کی بنیادیں کیا کیا ہیں؟ وغیرہ، وغیرہ، مثلاً طہارت کے مسائل پڑھاتے ہوئے چھوٹے بچوں کے حق میں فرضیت یا وجوب کی بات تو نہیں ہوسکتی، لیکن تعلیم وترغیب کے لیے ان کے عمل کا حصہ بنانے پر زور دیا جائے، یہی معاملہ صلوٰۃ کا ہے، پھر زکوٰۃ میں حکم کے متوجہ ہونے کی نصابی تفصیل کے بعد مزکی (زکوٰۃ ادا کرنے والے) کی اہلیت کی تفصیلات بتائی جائیں، وغیرہ، وغیرہ۔

د:- حکم مسئلہ سمجھنے یا سمجھانے کے لیے دو چیزیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں، ایک اس سے پہلے اور ایک اس کے بعد۔ حکمِ مسئلہ سے قبل صورتِ مسئلہ بتائی جائے اور حکمِ مسئلہ کے بعد دلیلِ مسئلہ بتائی جائے، یعنی جو مسئلہ پڑھایا جا رہا ہے اس کی بنیاد، دلیل، مأخذ اور اصل یا قاعدہ کیا ہے؟ گو کہ یہاں پر یہ تفصیل اپنا مقام رکھتی ہے کہ فی زمانہ فقہی مدرس کو مسائل کے دلائل سے آگاہی کا مطلب کیا ہے؟ کیونکہ اصطلاحی فقیہ تو دلائل بمعنی نصوص سے استنباط واستخراج کرنے والے کو کہتے ہیں، ایسے فقیہ کو مفتی یا مجتہد کہتے ہیں جن کا فی زمانہ وجود ناپید بتایا جاتا ہے، اس لیے عرفی فقہاء/فقہی مدرسین کے حکم میں دلائل کی معرفت کا مفہوم قدرے مختلف اور عام ہوگا۔ جو دلائل بتانا یا پیشِ نظر رکھنا فقہی مدرس کا وظیفہ ٹھہرتا ہے اس سے مراد فقہی ابواب میں مسائل کے ساتھ ذکر کردہ نقلی وعقلی دلائل اور وہ قواعد واصول ہوں گے جنہیں حکمِ مسئلہ کی تعلیل کے طور پر ذکر کیا گیا ہوتا ہے۔ (المستصفی من علم الاصول للامام محمد بن محمد الغزالی (۴۵۰-۵۰۵ھ)، الفن الثالث، ج:۱، ص:۲۲۲، دار ارقم۔ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، عبدالعلی محمد الہندیؒ (متوفی: ۱۲۲۵ھ)، ج:۱، ص:۲۶، دار احیاء التراث۔ ارشاد الفحول إلیٰ تحقیق الحق من علم الأصول للشیخ محمد بن علی بن محمد الشوکانیؒ (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ)، الفصل الثانی فی الاحکام، ص:۵، ط: مصر)

اس تفصیل سے اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ فقہ کی تعریف میں ''ادلۂ تفصیلیہ'' سے مسائل کے احکام کا استنباط کرنا یہ فقیہ مجتہد کا کام ہے، عرفی فقہاء اور مفتیوں کا کام ان دلائل ووسائل کو نقل کرنا ہے۔ یہ حضرات اصطلاحی فقہاء کی بجائے محض ناقلین کا درجہ رکھتے ہیں۔ ناقل کا وظیفہ یہ ہے کہ نقل کے اندر ضبط

وربط کا کمال پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

۳:......اب رہا یہ کہ فقہاء مجتہدین کے وہ ''ادلۂ تفصیلیہ'' جن پر وہ فقہی احکام کی بنیاد رکھتے ہیں آخر وہ ہیں کیا؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ تمام فقہاء مجتہدین کے ہاں چار بنیادی مآخذ اتفاقی ہیں: کتاب، سنت، اجماع اور قیاسِ شرعی، جب کہ ہر امام کے ہاں کچھ ذیلی مآخذ بھی ہیں، مثلاً: حنفیہ کے ہاں استحسان، استصحاب، مصالح مرسلہ اور سدِ ذریعہ وغیرہ، جن کی کچھ تفصیل آگے اُصولِ فقہ میں آرہی ہے، ان شاء اللہ!

پھر ان ادلۂ تفصیلیہ کی تفہیم وتعارف میں دو چیزیں ملحوظ رہنی چاہئیں:

الف:- ماخذ　　　　　　ب:- طرقِ استدلال

پھر کتاب وسنت سے استدلال کی نوعیت میں اچھی خاصی تفصیل ہے۔

مثال کے طور پر نصِ قرآنی سے استدلال کی صورت میں عبارۃ النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص یا اقتضاء النص کی نوعیت کی نشاندہی کی جائے، پھر یہ استدلال ظاہر سے، نص سے، مفسر، محکم، خفی، مجمل، متشابہ وغیرہ سے کیونکر ہے؟ اسی طرح سنت سے استدلال ہو تو سنتِ قولی، فعلی یا تقریری کی طرف رہنمائی کی جائے، ظاہر ہے کہ فقہی مدرس مجتہدانہ تفصیلات میں نہیں جاسکتا، نہ اس کا منصب ہے، لیکن قدرے مناسبت کے لیے خود ان نوعیتوں پر نظر رکھے اور کہیں کہیں اشارۃً طلبہ کی ضرور رہنمائی کرے۔

نیز استدلال کرتے ہوئے استدلال کی درج بالا نوعیتیں جب بیان کریں گے تو خود ان اصطلاحات کی تفہیم بھی ضروری ٹھہرے گی، پھر ان اصطلاحات میں اشباہ ونظائر (ایک جیسے، ملتے جلتے ناموں) کے درمیان فروق بھی از بر کرانے کی ضرورت پیش آئے گی، یہ فرق بیانی اگرچہ بنیادی طور پر اصولِ فقہ کا موضوع ہے، لیکن فقہ کے دلائل بیان کرتے ہوئے اختصاراً یہ بتایا جائے کہ ظاہر اور اشارۃ النص میں کیا فرق ہے؟ دلالۃ النص اور قیاس میں حدِ امتیاز کیا ہے؟ عام اور مطلق میں فارق کیا ہے؟ نیز خاص اور مقید میں فاصل کیا ہے؟

۴:...... مبادیاتِ فقہ کا موضوع فقہِ اسلامی کی نشو ونما اور ارتقائی مراحل کی اطلاع کے بنا ادھورا شمار ہوتا ہے، اس لیے فقہی مدرس طلبہ کے ذہنی مستویٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقہِ اسلامی کے مختلف ادوار کا استحضار کرے اور کچھ کچھ طلبہ کو بھی بتائے۔ اسی ضمن میں فقہاء کے طبقات کا تعارف بھی آجائے گا۔ اس موضوع پر شیخ ابوزہرہ مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں بڑی اہمیت وافادیت کی حامل ہیں، بالخصوص ''تاریخ المذاهب الإسلامية'' اپنے موضوع کی جامع کتاب ہے۔ استاذ محمد خضری بک کی ''تاریخ التشریع الإسلامي'' اور شیخ محمد الثعالبی المالکی کی ''الفکر السامي فی تاریخ الفقه الإسلامي''

بڑی مفید ومستند کتابیں مانی جاتی ہیں، نیز طبقاتِ فقہاء پر لکھی گئی کتب سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ استاذ خضری کی کتاب ہمارے ہاں ''تخصص فی الفقہ'' کے نصاب کا حصہ ہے۔

۵:......مبادیاتِ فقہ میں ایک اور چیز بہت اہم ہے کہ فقہی مذاہب کی اُمہاتِ کتب کا تذکرہ اور تعارف بھی ہوجائے، جیسے فقہِ حنفی میں مسائل کے اعتبار سے کتب کے تین طبقے ہیں: ظواہر، نوادر اور نوازل۔ ظواہر سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی چھ کتابیں مراد ہیں جو فقہِ حنفی کی اصل واساس ہیں، پھر ان چھ کا مجموعہ حاکم شہیدؒ کی ''الکافی'' ہے، پھر ''الکافی'' کی شرح، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمہ سرخسیؒ کی ''المبسوط'' ہے۔ اس طرح فقہِ حنفی کی بنیادی جامع کتاب مبسوطِ سرخسی ہے، دیگر مذاہب میں اس پائے کی کتابوں میں شافعیہ کی ''المجموع شرح المهذب'' ہے، مالکیہ کے ہاں ''الموطا'' اور ''بداية المجتهد و نهاية المقتصد'' ہے، جب کہ حنابلہ کے ہاں ''المغنی لابن قدامة'' اپنے مسلک کی جزئیات کے لیے جامع کتابیں شمار ہوتی ہیں۔ تمام مسالک کی اہم اہم کتابوں کی کچھ تفصیل اردو زبان میں ''قاموس الفقه'' مولفہ: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہم میں دستیاب ہے۔ (جاری ہے)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

''بینات'' (اردو/عربی) کے اجراء کا طریقہ

1:...جو حضرات دفتر ''بینات'' تشریف لاسکتے ہیں، وہ دفتر آکر اپنا مکمل پتہ اور فون نمبر درج کرانے کے ساتھ ماہنامہ ''بینات'' اردو کے لیے مبلغ 400 روپے اور سہ ماہی ''البینات'' عربی کے لیے 100 روپے سالانہ فیس جمع کرائیں۔

2:...دور رہنے والے حضرات اپنے مکمل پتہ کے ساتھ مذکورہ فیس کا منی آرڈر دفتر ''بینات'' کے پتہ پر بھیجیں اور منی آرڈر کے آخر میں یہ وضاحت ضرور کریں کہ یہ رقم رسالہ ''بینات'' (اردو یا عربی) کے اجراء کے لیے ہے۔

3:...یا ''بینات'' کے بینک اکاؤنٹ میں مذکورہ فیس جمع کرواکر بینک سے ملنے والی رسید اسکین کرکے اپنے نام، مکمل پتہ اور فون نمبر کے ساتھ ''بینات'' کے ای میل ایڈریس پر میل کردیں، یا بذریعہ ڈاک بھیج دیں۔ اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816، مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

نوٹ:...پرانے خریدار بھی مذکورہ طریقوں سے سالانہ فیس جمع کراسکتے ہیں، مگر ان کے لیے اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضروری ہے (اردو اور عربی کی تعیین کے ساتھ)۔